OPEN ACCESS
MA'ARIF-E-ISLAMI (AIOU)
ISSN (Print): 1992-8556
ISSN (Online): 2664-0171
https://mei.aiou.edu.pk

ریاست مدینہ میں قیام امن کے لیے معاہداتِ نبوی (ایک اختصاصی مطالعہ)

Prophetic Treaties for Peace in the State of Madina (A Specific Study)

اجمل علی

پی ایچ ڈی ریسرچ اسکالر، شعبہ اسلامیات، یونیورسٹی آف لاہور

ڈاکٹر ظہور اللہ الازہری

ایسوسی ایٹ پروفیسر شعبہ عربی وعلوم اسلامیہ، یونیورسٹی آف لاہور

Abstract

The Holy Prophetﷺmade several treaties to createﷺPeaceful state and good neighborly relations with neighboring tribes and Counteries of the Islamic State. He integrated the Jews and the Muslims intoﷺcollective unity through Medina Peace Treaty. By virtue of this agreement, they acknowledged him the ruler of their city, and agreed to abide by his decisions in all disputes.

The *udaybiya* Treaty was another peace treaty of its own kind. The Prophetﷺaccomplished this peace mission and achieved the results which no war could have gained. There is no better proof than this treaty of the repudiation of war, as an instrument of policy, and of his genuine love of peace.These treaties are effective means of ensuring peace and security and to strengthen the provision of human rights. Such was the strategy the Messenger of peaceﷺemployed to ensure the protection of people from bloodshed, massacres, oppression, violations of human rights, injustice, corruption, immorality and socio-economic evils. Breaking the vicious cycle of killing and vengeance, forging the Emigrants and the Helpers as well as the Jews together through the written constitution and concluding treaties with scores of tribes of the Jews and the Christians, he established lasting and ever-spreading peace in the world.

Keywords: Madina, State, Peace, Treaties, Jews,*udaybiya*

اسلام سراسر امن وسلامتی کا علم بردار دین ہے۔ یہ دنیا میں امن وآشتی، تحمل ورواداری اور باہمی اتفاق و ہمدردی کا داعی ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ کی پوری حیات طیبہ انسانی معاشرے میں امن وسلامتی کے قیام اور فتنہ و فساد کے خلاف جہد وجہد سے عبارت ہے۔

حضور ﷺ کی بعثت مقدسہ کے وقت دنیا کے مذہبی، سماجی، معاشرتی، ثقافتی، سیاسی، معاشی، تعلیمی اور جغرافیائی حالات دگرگوں تھے۔ آپ ﷺ کی اس دنیا میں تشریف آوری کے وقت عرب معاشرہ عموماً تہذیب و تمدن سے عاری اور کسی مرکزی حکومت کے نظم ونسق سے محروم صحرا کی بدویانہ طرز زندگی کا خوگر تھا۔ ہر نوع کی

برائی و بدامنی عام تھی۔ بدویوں کے علاوہ شہری زندگی بھی ان ہی مصائب و مشکلات میں گھری ہوئی تھی، حتی کہ مکہ مکرمہ۔ جو تمام عرب کے نزدیک حرمِ محترم تھا۔ میں بھی مسافروں اور بے کسوں کا استحصال ایک معمول بن چکا تھا۔ سرکش قبائل نہ کسی ضابطے کے پابند تھے اور نہ وہ کسی اصول کا احترام کرتے تھے۔ جنگل کا قانون ''جس کی لاٹھی اس کی بھینس'' رائج تھا۔ ذرا ذرا سی بات پر جنگ کے شعلے بھڑک اٹھتے اور پھر صدیوں تک قتل وغارت گری کا بازار گرم رہتا۔ جائیداد اور عورتوں کی طرح جذبہ انتقام بھی وراثت میں منتقل ہوتا، طاقتور کمزوروں پر غلبہ حاصل کر کے ان پر غیر انسانی سلوک روا رکھتے۔ غلاموں کی تجارت سرعام ہوتی، زنا، شراب، جوا اور حرام کاری عربوں کی گھٹی میں پڑی ہوئی تھی۔ مخالفین کو ایذا دے دے کر مارا جاتا۔ اِس گھٹا ٹوپ اندھیرے میں جب خورشید انقلابِ مصطفوی ﷺ طلوع ہوا تو ظلمت شب نے رخت سفر باندھا، فرعونیت اور نمرودیت کا پرچم سرنگوں ہوا۔

۲۳ سالہ مکی اور مدنی زندگی میں رسول انقلاب ﷺ ہر شعبہ زندگی کو ایک ایسے ہمہ گیر انقلاب سے روشناس کراتے ہیں کہ شرق سے غرب تک اور شمال سے جنوب تک شوکت اسلام کا پرچم لہرانے لگتا ہے۔ حضور ﷺ سرزمین عرب میں ایک پرامن معاشرہ قائم کرتے ہیں۔ فتنہ وفساد کے سرچشموں کو ختم کر دیا جاتا ہے۔ شاہراہیں محفوظ بنا دی جاتی ہیں، لوٹ مار اور قتل وغارتگری کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ پھر دیکھتے ہی دیکھتے ایک ایسا انقلاب رحمت انسانیت کا مقدر بن جاتا ہے جس کی نظر تاریخ عالم میں نہیں ملتی۔

ایسا بہ ظاہر مشکل اور ناممکن کام آپ ﷺ کی مصالحانہ اور حکیمانہ پالیسوں کی بدولت ممکن ہوا۔ آپ ﷺ نے متعدد قبیلوں اور گروہوں سے معاہدات کیے اور پھر ان معاہدات کی پاسداری پر ہمیشہ کاربند رہے۔ امن معاہدات کی پاسداری تو بہت بڑی بات ہے حضور نبی اکرم ﷺ نے تو روزمرہ کی عام زندگی میں بھی وعدہ خلافی سے منع فرمایا۔ آپ ﷺ نے اپنی ظاہری حیات مبارکہ میں خود کبھی وعدہ خلافی نہ کی تھی۔ آپ ﷺ وعدہ خلافی سے ہمیشہ منع فرمایا کرتے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ ﷺ کے جانی دشمن بھی آپ ﷺ کے ایفائے عہد کی گواہی دیتے تھے اور آپ کو صادق اور امین کے لقب سے پکارتے تھے۔ یہ تو عام زندگی کا معاملہ ہے جنگی حالات اور فساد برپا ہونے کے خطرہ میں تو آپ ﷺ نے ہمیشہ امن کو پسند فرمایا اور امن کے فروغ کے لیے اگر کمزور شرائط پر بھی معاہدہ امن کرنا پڑا تو آپ ﷺ نے امن کی راہ کو اختیار کرتے ہوئے ایسے معاہدات بھی کیے اور ہمیشہ ان معاہدات کی پاسداری بھی کی۔

ذیل میں ہم ان معاہدات واقدامات کا جائزہ لیتے ہیں جو آپ ﷺ نے ریاست مدینہ کے قیام کے بعد امن کے قیام اور اس کے فروغ کے لیے کیے۔ جن سے معلوم ہو گا کہ اسلام نے قیام اَمن کے لیے کس قدر عملی کاوشیں کی ہیں۔

(۱) میثاق مدینہ

میثاق مدینہ ہجرت کے بعد اولین معاہدہ امن تھا۔ میثاق مدینہ نہ صرف دنیا کا پہلا تحریری دستور ہونے کے ناطے امتیازی حیثیت کا حامل ہے بلکہ اپنے نفس مضمون اور مافیہ کے اعتبار سے قیامِ اَمن کے لیے رائج ایک اَعلیٰ ترین کاوش بھی ہے۔

آپ ﷺ نے جب مکہ مکرمہ سے مدینہ طیبہ ہجرت فرمائی تو یہاں پر قبائلی نظام رائج تھا۔ عرب اوس و خزرج کے بارہ قبائل میں بٹے ہوئے تھے اور یہودی بنو نضیر اور بنو قریظہ کے دس قبائل میں۔ ان کے درمیان نسلوں سے باہم لڑائی جھگڑے چلے آ رہے تھے۔ اس داخلی انتشار کے علاوہ مشرکین مکہ کی عداوت و جارحیت بدستور قائم تھی۔ انہوں نے مدینہ کے ایک سردار عبد اللہ بن ابی کو اس بارے میں خط لکھا:

''آپ نے ہمارے صاحب کو پناہ دے رکھی ہے۔ اس لئے ہم اللہ کی قسم کھا کر کہتے ہیں کہ یا تو آپ لوگ اس سے لڑائی کیجئے یا اسے نکال دیجیے یا پھر ہم اپنی پوری جمعیت کے ساتھ آپ لوگوں پر یورش کر کے آپ کے سارے مردان جنگی کو قتل کر دیں گے اور آپ کی عورتوں کی حرمت پامال کر ڈالیں گے''[۱]۔

حضور نبی رحمت ﷺ نے ان حالات کے پیش نظر مدینہ منورہ تشریف لاتے ہی قیام امن کے لئے فکر فرمائی اور حالات کا جائزہ لے کر چند ہی ماہ بعد ایک ایسی متوازن دستاویز مرتب فرمائی، جسے مدینہ کے تمام لوگوں نے تسلیم کیا۔ یہ دستاویز میثاقِ مدینہ کے نام سے معروف ہوئی۔ اس دستاویز کی ۶۳ دفعات ہیں۔ اس دستاویز کے ذریعے داخلی طور پر موجود انتشار ختم ہوا اور قیام امن کی نئی راہ کھلی۔ اسی تاریخی دستاویز میں خارجی جارحیت کی صورت میں تمام فریقوں کی جانب سے متحدہ مدافعت کا معاہدہ کیا گیا۔ اس میں اس امر کو یقینی بنایا گیا کہ یثرب کا علاقہ محترم رہے گا، اور یوں مدینہ کو حرم کا درجہ مل گیا۔ پڑوسیوں کے حقوق کے بارے میں بھی دستاویز میں تحریر کیا گیا کہ پڑوسی کی جان کو اپنی جان کی مانند سمجھا جائے گا، اسے نہ کوئی ضرر پہنچنا چاہیے اور نہ اس کے ساتھ بدسلوکی سے پیش آنا چاہیے۔ اس دستاویز کی ایک اہم شق یہ تھی کہ اس معاہدے کے شرکاء کے خلاف جو بھی جنگ کرے گا تو وہ ایک دوسرے کی مدد کریں گے۔ ایک دوسرے کی خیر خواہی پر کاربند رہیں گے۔ ان کا شیوہ وفاداری ہوگا نہ کہ عہد شکنی۔ یوں ہجرت مدینہ کے بعد یہ پہلی دستاویز امن کا دستورِ اولین کہلاتی ہے۔

شہر مدینہ کی حرمت برقرار رکھنے کے لئے اگر خون بھی بہانا پڑے تو اس معاہدے کی رو سے تمام فریق اس بات کے پابند ہوں گئے۔ سیاسی لحاظ سے اس دستور نے مدینہ طیبہ کی حدود میں قیام پذیر اقوام کو اختلاف مذاہب کے باوجود ایک وحدت قرار دیا۔ اس کے متعلق ڈاکٹر حمید اللہ لکھتے ہیں:

"اصل میں یہ شہر مدینہ کو پہلی دفعہ شہری مملکت قرار دینا اور اس کے انتظام کا دستور مرتب کرنا تھا"[۲]۔

عرب سیرت نگار محمد حسین ہیکل کے بقول:

"یہ وہ تحریری معاہدہ ہے جس کی بدولت رسول اکرم ﷺ نے آج سے چودہ سو سال قبل ایک ایسا ضابطہ انسانی معاشرے میں قائم فرمایا، جس سے شرکائے معاہدہ میں ہر گروہ اور ہر فرد کو اپنے اپنے عقیدہ و مذہب کی آزادی کا حق حاصل ہوا اور انسانی زندگی کی حرمت قائم ہوئی"[۳]۔

میثاق مدینہ ایک ایسا معاہدہ تھا جو تحریری طور پر حضور نبی اکرم ﷺ اور مدینہ کے کفار قبائل کے مابین طے پایا۔ اِس معاہدے کی رُو سے مسلمان اور یہودِ مدینہ اُمت واحدہ قرار پا گئے تھے یعنی ایک دوسرے کے محافظ بن گئے۔ سیر و تاریخ کی بہت سی کتب میں اس کا ذکر آیا ہے۔ ان کتب میں چند ایک یہ ہیں: امام ابن اسحاق 'السیرۃ' میں، امام ابو عبید قاسم بن سلام اور امام حمید بن زنجویہ 'کتاب الأموال' میں، ابن ہشام 'السیرۃ' میں، السہیلی 'الروض الأنف' میں، ابن سید الناس 'عیون الأثر' میں، حافظ ابن کثیر 'البدایة والنهایة' میں، النویری 'النهایة' میں، ابن الاثیر الجزری 'النهایة' میں، امام منصور بن الحسن 'نثر الدرر' میں، الصاغانی 'العباب' میں، ابن تیمیہ 'الصارم المسلول' میں، ابن القیم 'أحکام أهل الذمة' میں، امام بیہقی 'السنن الکبریٰ' میں، امام زرقانی 'شرح المواهب للقسطلانی' میں، اَلغرض تمام اَئمہ سیر و تاریخ نے 'صحیفہ مدینہ (معاہدۂ یہود)' کو کامل نص کے ساتھ یا مختصراً اور جزواً روایت کیا ہے، جو امام ابن شہاب زہریؒ اور دیگر سے کئی طرق کے ساتھ مروی ہے۔ اتنے کثیر طرق سے اس صحیفہ کا نقل کیا جانا اس کے صحیح ہونے کی دلیل ہے۔

میثاقِ مدینہ اپنی اہمیت کے اعتبار سے اپنے اندر وسیع مفاہیم اور ابحاث سموئے ہوئے ہے، جن پر بکثرت مقالہ جات لکھے جا چکے ہیں۔

(۲) معاہدہ جہینہ

مدینہ طیبہ سے تین منزل کے فاصلے پر جہینہ کا قبیلہ آباد تھا۔ ہجرت کے سات ماہ بعد قبیلہ جہینہ کی مختلف شاخوں کے ساتھ معاہدے کیے گئے۔ ان میں سے بنو زرعہ و بنو الربعہ کے لئے یہ تجویز ہوا کہ ان لوگوں کو ان کے جان و مال میں امان ہے جو شخص ان پر ظلم کرے یا ان سے جنگ کرے اس کے خلاف ان کی مدد کی جائے گی۔ ان کے دیہاتی باشندوں میں سے جو نیکوکار اور پرہیزگار ہوگا، اس کے وہی حقوق ہوں گے جو ان شہریوں کے ہیں اور اللہ ہی سے مدد چاہی جاتی ہے[۴]۔ اس قبیلے کی دیگر شاخوں مثلاً بنو جرمز بن ربیعہ، بنو شنخ اور بنو حرقہ وغیرہ کے لئے بھی امن نامے تحریر کیے گئے[۵]۔

اس قسم کے معاہدوں سے ان قبائل کو تحفظ کا احساس دلانے کے ساتھ ساتھ خود انہیں بھی پر امن رہنے کا پابند کیا گیا۔ عرب میں لوٹ مار اور قتل و غارت کا عام ماحول تھا اور قریش کے اکسانے پر خطرہ مزید بڑھ گیا تھا۔ چنانچہ حضرت اُبی بن کعب سے مروی ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ اور آپ ﷺ کے رفقا مدینہ تشریف لائے اور انصار نے انہیں پناہ دی تو سارا عرب ان کے خلاف متحد ہو گیا۔ چنانچہ لوگ نہ ہتھیار کے بغیر رات گزارتے تھے اور نہ ہتھیار کے بغیر صبح کرتے تھے[۶]۔ قریش نے مسلمانوں کو پیغام بھیجا: ''تم مغرور نہ ہونا کہ مکے سے صاف بچ کر نکل آئے ہو، ہم یثرب پہنچ کر تمہارا ستیاناس کر دیں گے''[۷]۔ ان حالات میں آپ ﷺ نے ایک تو مدینہ کے قرب و جوار میں آباد قبائل سے معاہدے فرمانے شروع کیے اور دوم قریش کی کھلی عداوت و جارحیت کے سد باب کی خاطر اب قوت کا استعمال ناگزیر جانا۔ چنانچہ ان کے تجارتی قافلوں کو جو مدینہ کے قریب سے ہو کر شام کو جاتے تھے، روکنا شروع کر دیا تاکہ قریش کی معاشی ناکہ بندی کر کے انہیں جارحانہ اقدامات سے باز رکھا جا سکے۔

(۳) معاہدہ ابوا

حضور نبی اکرم ﷺ غزوہ ابوا کے سلسلے میں مدینہ سے تقریباً ۸۰ میل کے فاصلے پر واقع ودان نامی مقام پر پہنچے۔ یہ واقعہ صفر ۲ ہجری میں پیش آیا۔ مدینہ کے جنوب مغرب میں واقع یہ مقام تجارتی قافلوں کی گزرگاہ کی حیثیت سے بہت اہم تھا۔ یہاں قبیلہ بنو ضمرہ آباد تھا جس کے سردار کا نام فحشی بن عمرو ضمری تھا۔ آپ ﷺ نے اس قبیلے کے سردار کے ساتھ تحریری معاہدہ کیا۔ اس معاہدے کا متن کچھ یوں ہے:

وكتب رسول الله ﷺ لبنى ضمرة بن بكر بن عبد: أنهم آمنون على أموالهم وأنفسهم، وأن لهم النصر على من دهمهم بظلم وعليهم نصر النبى ﷺ ما بل بحر صوفة إلا أن يحاربوا فى دين الله وأن النبى إذا دعاهم أجابوه عليهم بذمة الله ورسوله، ولهم النصر على من بر منهم واتقى[۸].

''یہ تحریر محمد رسول اللہ ﷺ کی جانب سے بنی ضمرہ بن بکر بن عبد کے لئے ہے۔ اس بات پر معاہدہ ہے کہ ان کے اموال اور ان کی جانیں محفوظ ہوں گی اور ہر اس شخص کے خلاف ان کی مدد کی جائے گی جو ظلم سے ان پر یکایک ٹوٹ پڑے اور ان لوگوں پر نبی ﷺ کی مدد کرنا واجب ہے جب تک سمندر سیپ کو گیلا کرتا رہے (یعنی ہمیشہ کے لئے) البتہ دینی جنگ ان کی مدد سے مستثنیٰ رہے گی۔ اس بارے میں ان پر اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی ذمے داری ہے۔ یہ لوگ مدد کے مستحق اس وقت تک رہیں گے جب تک یہ نیکی کرتے رہیں اور بری باتوں سے بچتے رہیں۔''

ان معاہدات سے پتہ چلتا ہے کہ آپ ﷺ نے ان قبائل سے برابری کی سطح پر مصالحت فرمائی۔ یعنی انہیں تحفظ کی ضمانت دینے کے بعد ان کو بھی پرامن رہنے کا پابند فرمایا اور دوم یہ کہ ان معاہدات میں کسی پر مسلمان ہونے کی شرط نہیں رکھی۔ آپ s کا مدنی دور اس قسم کے معاہدات سے بھرا ہوا ہے، اس مبارک ارادے کی تکمیل کے لئے اگر کافی وقت مل جاتا تو دنیا پر آشکار ہو جاتا ہے کہ رحمت للعالمین ﷺ دنیا میں تلوار چلانے نہیں بلکہ صلح پھیلانے اور امن قائم کرنے کے لئے آئے ہیں[9]۔

(۴) معاہدہ بواط

بواط اور رضوی کوہستان جہینہ کے سلسلے کے دو پہاڑ ہیں جو درحقیقت ایک ہی پہاڑ کی دو شاخیں ہیں۔ یہ مکہ مکرمہ سے شام جانے والی شاہراہ سے متصل ہے اور مدینہ سے ۴۸ میل کے فاصلے پر ہے[10]۔ ربیع الاول ۲ ہجری میں آپ ﷺ کوہ بواط میں آباد لوگوں سے معاہدہ فرمایا تھا کہ یہ بھی میثاق مدینہ میں شامل اور اس کے پابند ہوں[11]۔

(۵) معاہدہ بنو اشجع

بنو اشجع قبیلہ بنو غطفان کی ایک شاخ تھی۔ یہ لوگ تجارتی شاہراہ سے متصل آباد تھے۔ ان کا ایک وفد مدینہ طیبہ آیا اور آپ ﷺ نے ان سے معاہدہ فرمایا۔ جس میں یہ تحریر ہوا:

هذا ما حالف عليه نعيم بن مسعود بن رخيلة الأشجعي، حالفه على النصر والنصيحة، ما كان أحد مكانه ما بل بحر صوفة[12].

”یہ وہ حلفی معاہدہ ہے جو نعیم بن مسعود بن رخیلہ الاشجعی نے کیا ہے کہ انہوں نے مدد و خیر خواہی پر اس وقت تک کے لئے حلفی معاہدہ کیا ہے جب تک کوہ احد اپنے مقام پر رہے اور سمندر ایک بال کو بھی تر کر سکے۔“

بنو غطفان بڑے سرکش قبائل تھے اور مسلمانوں کے خلاف قریش کے اتحادی تھے۔ لہٰذا ان کی کسی شاخ کو مصالحت پر آمادہ کرنا مسلمانوں کے لئے بڑی اہمیت کا حامل تھا۔ یہ امن کے لیے بہت بڑی کامیابی تھی۔ حضور ﷺ نے یہ معاہدہ امن کر کے ہمیشہ کے لئے بنو غطفان کے فساد سے نجات حاصل کر لی۔

(۶) معاہدہ بنو غفار

یہ قبیلہ بنو ضمرہ کی ایک شاخ تھا اور ملک شام کو جانے والے تجارتی راستے پر بدر کے قریب آباد تھا۔ یہ قبیلہ لوٹ مار اور ڈاکہ زنی میں مشہور تھا۔ حضرت ابو ذر غفاری کا تعلق اسی قبیلے سے تھا۔ جو ہجرت سے قبل اسلام قبول کر چکے تھے۔ اس قبیلے سے غزوہ بدر کے زمانے میں معاہدہ ہوا[13]۔

طبقات ابن سعد میں اس معاہدے کا ذکر ان الفاظ میں ملتا ہے:

وکتب رسول اللہ ﷺ لبنی غفار أنھم من المسلمین لھم ما للمسلمین وعلیھم ما علی المسلمین[۱۴].

''رسول اللہ ﷺ نے بنو غفار سے معاہدہ تحریر فرمایا کہ بے شک وہ (رعایا اور شہری ہونے کے لیے لحاظ سے) مسلمانوں میں سے ہی ہیں، ان کے وہی حقوق ہیں جو مسلمانوں کے ہیں اور ان پر وہی فرائض ہیں جو مسلمانوں پر ہیں۔''

(۷) عینیہ بن حصن سے معاہدہ

ربیع الاول ۵ ہجری میں حضور نبی اکرم ﷺ نے دومۃ الجندل کی طرف پیش قدمی فرمائی۔ آپ ﷺ کو اطلاع ملی تھی کہ شام کی سرحد کے قریب دومۃ الجندل کے مقام پر آباد قبائل آنے جانے والے قافلوں پر ڈاکے ڈال رہے ہیں اور وہاں سے گزرنے والی اشیاء لوٹ لیتے ہیں۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ انہوں نے مدینہ پر حملہ کرنے کے لیے ایک بڑی جمعیت فراہم کر لی ہے۔ ان اطلاعات کے پیش نظر آپ ﷺ نے ایک ہزار مسلمانوں کے لشکر کے ساتھ کوچ فرمایا[۱۵]۔ اہل دومہ تو آپ ﷺ کے پہنچنے سے قبل ہی منتشر ہوگئے۔ واپسی پر آپ ﷺ نے قبیلہ فرارہ کے سردار عینیہ بن حصن سے معاہدہ فرمایا (اور اسے اجازت دی) کہ وہ تغلمین سے المراض تک اپنے مویشی چرائے[۱۶]۔

(۸) روسائے غطفان سے معاہدہ

غزوہ احزاب میں قریش کے ساتھ بنو غطفان بھی حملہ آور ہوئے تھے، جس سے مسلمانوں پر کافی دباؤ تھا۔ لہٰذا آنحضرت ﷺ نے احزابی لشکر میں سے عینیہ بن حصن فزاری اور حرث بن عوف مری کے پاس خفیہ پیغام بھیجا کہ اگر وہ دونوں اپنے اپنے دوستوں کو لے کر آپ ﷺ سے الجھے بغیر واپس چلے جائیں تو ان کو مدینہ کے پھلوں کا ایک تہائی حصہ دے دیا جائے گا، جس پر آخر یہ دونوں راضی ہوگئے۔ اس معاہدے کی تکمیل سے قبل آپ ﷺ نے اوس و خزرج کے سراد سعد بن معاذ اور سعد بن عبادہ سے مشورہ مانگا تو انہوں نے عرض کیا کہ اگر یہ آسمانی حکم ہے تو اسے پورا کیجئے؛ اگر یہ آسمانی حکم نہیں بلکہ آپ کی خواہش ہے تو بھی ہمارا سر تسلیم خم ہے لیکن اگر یہ صرف رائے اور مشورہ ہے تو ان کے لئے ہمارے پاس صرف تلوار ہے۔ یہ سن کر آنحضرت ﷺ نے فرمایا: تب اس (معاہدہ کی) تحریر کو پھاڑ دو۔ چنانچہ حضرت سعدg نے تحریر پھاڑ دی اور عینیہ اور حرث سے کہا جاؤ ہمارے اور تمہارے درمیان تلوار فیصلہ کرے گی[۱۷]۔

آنحضرت ﷺ یہ معاہدہ مسلمانوں پر احزابی لشکروں کے دباؤ کی وجہ سے کرنا چاہتے تھے مگر انصار کے عزم وحوصلہ کو دیکھ کر یہ کوشش چھوڑ دی اور اللہ تعالیٰ نے دشمنوں کو منتشر کر کے اہل اسلام سے جنگ کی مصیبت کو ہٹا دیا اور امن وامان کو جنگ پر ترجیح دی اور اپنی حکمت عملی سے دشمنوں کو منتشر کر دیا۔

(۹) سینٹ کیتھرائن سے معاہدہ

سن ۶ ہجری میں آپ ﷺ نے کوہِ سینا کے راہبوں اور تمام عیسائیوں کو ان سے مصالحت کا یہ نوشتہ عطا فرمایا:

من محمد النبي للاسقف أبي الحارث وأساقفة نجران وكهنتهم ورهبانهم وكل ما تحت أيديهم من قليل وكثير جوار الله ورسوله ﷺ، لا يغير أسقف من أسقفته ولا راهب من رهبانيته، ولا كاهن من كهانته، ولا يغير حق من حقوقهم، ولا سلطانهم ولا ما كانوا عليه من ذلك، جوار الله ورسوله أبدا ما أصلحوا ونصحوا عليهم غير مبتلين بظلم ولا ظالمين[۱۸].

"یہ معاہدہ محمد نبی کی طرف سے اسقف ابو الحارث اور اہل نجران کے لیے ہے۔ جو قلیل وکثیر اشیا (منقولہ و غیر منقولہ) ان کے گرجاؤں اور رہبانیت کی خانقاہیں ان کے تحت ہیں اور جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ہمسایہ ہیں وہ سب انہی عیسائیوں کی رہیں گی۔ نہ کسی پادری کو اس کے منصب سے بدلا جائے گا، نہ کسی راہب کو اس کی رہبانیت سے، نہ کسی کاہن کو اس کی کہانت سے، نہ ان کے حقوق میں کوئی تغیر کیا جائے گا۔ اور جو حقوق ان پر واجب ہیں ان کی اصلاح کریں گے۔ تو نہ ان پر کسی ظلم کا بار پڑے گا اور نہ وہ خود ظلم کریں گے۔"

سید امیر علی اس معاہدے کے بارے میں لکھتے ہیں:

"اس دستاویز کی رو سے عیسائیوں کو چند ایسی استثنائی مراعات حاصل ہوئیں، جو انہیں ہم مذہب حکمرانوں کے تحت بھی نصیب نہ ہوئی تھیں۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے اعلان کر دیا کہ اس دستاویز میں جو احکام مندرج ہیں اگر کوئی مسلمان ان کی خلاف ورزی کرے گا یا ان سے ناجائز فائدہ اٹھائے گا تو اسے معاہدہ الٰہی سے روگردانی کرنے والا اس کے احکام کی خلاف ورزی کرنے والا اور اس کے دین کی تذلیل کرنے والا تصور کیا جائے گا۔ آپa نے عیسائیوں کی حفاظت، ان کے گرجاؤں اور ان کے پادریوں کے مکانوں کی پاسبانی اور انہیں ہر طرح کے گزند سے بچانے کی ذمہ داری اپنی ذات پر بھی اور اپنے متبعین پر بھی عائد کی۔ ان پر کوئی ناجائز ٹیکس نہ لگائے جائیں گے، ان کا کوئی پادری اپنے علاقے سے نہ نکالا جائے گا، کسی عیسائی کو اپنا مذہب ترک کرنے پر مجبور نہ کیا جائے گا، کسی راہب کو اس کے راہب خانے سے خارج نہ کیا جائے گا، جن عیسائی عورتوں نے مسلمانوں سے شادی کر رکھی تھی، ان کو یقین دلایا

گیا کہ وہ اپنے مذہب پر قائم رہنے کی مجاز ہوں گی اور اس بارے میں ان پر کوئی جبر نہ کیا جائے گا، اگر عیسائیوں کو اپنے گرجاؤں یا خانقاہوں کی مرمت کے لیے یا اپنے مذہب کے کسی اور امر کے بارے میں امداد کی ضرورت ہو گی تو مسلمان انہیں امداد دیں گے، اس امداد کو ان کے مذہب میں شریک ہونے سے تعبیر نہ کیا جائے گا بلکہ اسے حاجت مندوں کی حاجت براری اور اللہ اور رسولa کے ان احکامات کی اطاعت سمجھا جائی گا جو عیسائیوں کے حق میں صادر کیے گئے تھے، اگر مسلمان کسی بیرونی عیسائی طاقت سے برسر جنگ ہوں گے تو مسلمانوں کی حدود کے اندر رہنے والے کسی عیسائی سے اس کے مذہب کی بنا پر حقارت کا برتاؤ نہ کیا جائے گا، اگر کوئی مسلمان کسی عیسائی سے ایسا برتاؤ کرے گا تو وہ رسول اللہa کی نافرمانی کا مرتکب تصور ہو گا"[(۱۹)]۔

حضور نبی اکرم ﷺ کی مذہبی رواداری اور انسانی ہمدردی کو تسلیم کرتے ہوئے یورپ کا مشہور مورخ Edward Gibbon لکھتا ہے:

"عیسائی رعایا کے لیے محمد ﷺ نے بلا تامل ان کے جان و مال کا تحفظ، پیشہ کی آزادی اور مذہبی رواداری کی ضمانت دی"[(۲۰)]۔

(۱۰) صلح حدیبیہ

ذی قعدہ ۶ ہجری میں حضور نبی اکرم ﷺ نے چودہ سو مسلمانوں کے ہمراہ عمرہ کی غرض سے مکہ مکرمہ کا قصد فرمایا اور ستر اونٹ بغرض قربانی ساتھ لیے[(۲۱)]۔ جب آپ ﷺ مکہ مکرمہ سے دو منزل پہلے عسفان پہنچے تو آپ ﷺ کو بنو کعب کے بشر بن سفیان نے اطلاع دی کہ قریش مسلمانوں کی آمد سے آگاہ ہو چکے ہیں اور انہوں نے عہد کیا ہے کہ آپ ﷺ کو کعبہ کی زیارت کے لیے نہیں چھوڑیں گے[(۲۲)]۔ اس خبر پر آپ ﷺ نے حکم دیا کہ دائیں طرف سے مقام حمض کی پشت پر ہو کر ثنیۃ المراء کے راستے سے مکہ کے نیچے کی طرف حدیبیہ میں اتر چلو۔ چنانچہ تمام لشکر اس راستے سے مقام حدیبیہ میں آ گیا[(۲۳)]۔ حدیبیہ میں آتے ہی سفارتی سرگرمیاں شروع ہو گئیں۔ قریش نے پہلے مکرز بن حفص کو آپ ﷺ کے پاس بھیجا۔ آپ ﷺ نے اسے اپنی آمد کا مقصد بتایا۔ مکرز کے بعد قریش نے علیس یا ابن زمان کو بھیجا۔ اس نے مسلمانوں کے پاس قربانی کے جانور دیکھ کر قریش کو مسلمانوں کی غرض سے آگاہ کیا مگر قریش نہ مانے۔

پھر انہوں نے عروہ بن مسعود ثقفی کو بھیجا۔ عروہ نے رسول اکرم ﷺ سے مسلمانوں کی آمد کا مقصد سن کر کہا:

أي محمد، أرأيت لو استأصلت قومك هل سمعت بأحد من العرب اجتاح أهله قبلك وإن تكن الأخرى فوالله إني لأرى وجوها وأرى أو شابا من الناس خليقا أن يفروا ويدعوك[۲۴].

"اے محمد! کاش! آپ اپنی قوم سے تعلق قائم رکھتے۔ کیا آپ نے سنا ہے کہ عربوں میں سے کسی نے آپ سے قبل اپنے اقارب سے اعراض کر لیا ہو؟ اللہ کی قسم! میں ایسے چہروں اور ایسے چھوٹے لوگوں کو دیکھتا ہوں کہ جو بھاگ جائیں گے اور آپ کو چھوڑ جائیں گے۔"

پھر ابن مسعود نے واپس جا کر قریش کو بھی سمجھانے کی کوشش کی۔

قریش کے کئی سفرا کی آمد و رفت کے بعد حضور نبی اکرم ﷺ نے خراش بن امیہ g کو مکہ مکرمہ بھیجا۔ قریش نے ان کے اونٹ کو ذبح کر ڈالا اور خود انہیں بھی قتل کرنے کا ارادہ کیا مگر احابیش کی مداخلت پر وہ ایسا نہ کر سکے[۲۵]۔ اسی رات قریش نے چالیس یا پچاس آدمی رسول اللہ ﷺ کے لشکر کی طرف روانہ کیے تاکہ اگر آپ ﷺ کے صحابہ میں سے کوئی شخص ان کے ہاتھ لگ جائے تو اسے پکڑ کر لے آئیں۔ ان احمقوں نے مسلمانوں پر تیر اور پتھر برسانے شروع کیے۔ صحابہ کرام I نے انہیں گرفتار کر کے آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کیا تو آپ ﷺ نے انہیں معاف کر کے آزاد کر دیا[۲۶]۔ ان مشرکین نے تیر اور پتھر برسائے مگر آپ ﷺ نے مصالحت کی کوشش جاری رکھی اور اس مرتبہ حضرت عثمان بن عفانؓ کو مکہ مکرمہ بھیجا تاکہ وہ انہیں بتا دیں کہ آپ ﷺ جنگ کے لیے نہیں بلکہ صرف زیارت کے لیے آئے ہیں[۲۷]۔

حضرت عثمانؓ نے قریش کو آپ ﷺ کا پیغام پہنچایا تو ابو سفیان وغیرہ نے ان سے کہا کہ اگر تم چاہو تو بیت اللہ کا طواف کر لو۔ حضرت عثمانؓ نے جواب دیا کہ جب تک رسول اللہ ﷺ طواف نہیں فرمائیں گے، میں بھی نہیں کر سکتا[۲۸]۔ اس جواب پر قریش نے آپ کو روک لیا اور مسلمانوں میں خبر پہنچی کہ حضرت عثمانؓ شہید کر دیے گئے۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے یہ سن کر فرمایا کہ میں ہرگز یہاں سے نہ جاؤں گا جب تک مشرکوں سے عثمانؓ کا بدلہ نہ لے لوں۔ اس وقت آپ ﷺ نے مسلمانوں کو بیعت کے لیے بلایا جو ایک درخت کے سائے میں ہوئی اور یہی بیعت، بیعت رضوان کہلاتی ہے[۲۹]۔

بعد ازاں معلوم ہوا کہ یہ خبر غلط تھی۔ قریش نے حضرت عثمان g کو واپس بھیج دیا اور سہیل بن عمرو کو مذاکرات کے لیے بھیجا اور معاہدہ امن طے پایا جس کی اہم شرائط یہ تھیں:

۱۔ فریقین میں دس سال کے لئے جنگ کرنا ممنوع ہے

۲۔ ان دس برسوں میں اگر یاران محمد ﷺ مندرجہ ذیل تین اغراض میں سے کسی ایک کے لئے مکہ میں آئیں تو اھل مکہ پر ان کی جان اور مال کی ذمہ داری ہے۔

الف: حج کے لیے

ب: عمرہ کے لیے

ج: تجارت کے لیے

اگر قریش تجارت کے لئے مدینہ کے راہ سے مصر یا شام کی طرف جائیں تو مسلمان ان کی جان اور مال کے ذمہ دار ہوں گے۔

۳۔ اہل مکہ میں سے جو شخص اپنے خاندانی سربراہ کی اجازت کے بغیر مسلمان ہو کر مدینہ چلا آئے تو محمد ﷺ پر اس کا مکہ لوٹا دینا واجب ہے۔ بخلاف اس کے اگر کوئی شخص مدینہ میں سے اسلام ترک کر کے مکہ میں پناہ گزین ہو تو قریش اسے واپس نہیں کریں گے۔

۴۔ ایک دوسرے کے خلاف کسی خفیہ سازش یا کینہ پروری کا ارتکاب نہیں کیا جائے گا۔

۵۔ ان قبائل میں سے جو قبیلہ اھل مکہ کے ساتھ معاہد رہنا چاہے وہ مختار ہے اگر کوئی قبیلہ اسی قبیلہ کی مانند محمد ﷺ کے ساتھ معاہدہ کرنا چاہے تو یہ بھی آزاد ہے۔ اس موقعہ پر بنو خزاعہ نے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے ساتھ معاہدہ کر لیا اور بنو بکر نے قریش کے ساتھ۔

۷۔ اس مرتبہ محمد ﷺ اور آپ کے ہمراہیوں کو عمرہ کئے بغیر واپس لوٹنا ہو گا۔ آئندہ سال وہ مکہ میں عمرہ کے لئے آنے کے مجاز ہیں۔ ان کے داخلے پر قریش اور ان کے ہمسائے شہر خالی کر دیں گے۔ مسلمان اپنے ساتھ صرف سواری کے شایاں اسلحہ لا سکتے ہیں مگر تلواریں میان میں ہوں نہ کہ کسی اور غلاف سے ڈھکی ہوئی۔

انہیں مکہ میں تین روز سے زیادہ قیام کی اجازت نہ ہو گی۔

۸۔ مسلمان اس سفر میں عمرہ کے لئے ھدی کے جانور جو اپنے ہمراہ لائے ہیں وہ منیٰ میں لے جا کر ذبح نہیں کئے جا سکتے۔

حضور نبی اکرم ﷺ نے معاہدے کے بعد وہیں جانوروں کی قربانی کر دی، سر منڈوایا اور مدینہ واپس ہوئے۔ معاہدے کی رو سے عمرہ کیے بغیر واپس جانا اور معاہدہ کی چھٹی شرط مسلمانوں پر بہت شاق تھی، مگر آپ ﷺ کے حکم سے سب نے برداشت کیا۔ اگرچہ یہ معاہدہ ظاہراً مسلمانوں کے حق میں زیادہ بہتر نہ تھا، مگر حقیقت میں بہت اہم تھا کہ آپ a نے اسلام کے سب سے بڑے مخالف قریش مکہ کو بالآخر مصالحت پر آمادہ کر لیا تھا۔

زہری کہتے ہیں کہ ''حدیبیہ کی صلح سے بڑھ کر پہلے اسلام میں کوئی فتح نہیں ہوئی، کیوں کہ جنگ موقوف ہوگئی تھی اور لوگ گفتگو اور مباحثہ میں مشغول ہوئے تھے تو جس میں بھی کچھ عقل کا حصہ ہوتا وہ اسلام قبول کرلیتا[۳۰]۔ صلح حدیبیہ آنحضرت ﷺ کا ایسا کارنامہ تھا جسے اللہ تعالیٰ نے فتح مبین کے نام سے یاد فرمایا ہے''[۳۱]۔

اس صلح کے بعد قریش کے ساتھ باہمی اختلاط کا دروازہ کھلا۔ لوگوں نے جوق درجوق اسلام قبول کرنا شروع کیا۔ قریش کے بڑے اہم اشخاص مشرف بہ اسلام ہوئے۔ جن میں خالد بن ولید، عمرو بن العاص اور عثمان بن طلحہ قابل ذکر ہیں۔ اسی صلح سے آنحضرت ﷺ کو یہ فائدہ ہوا کہ خارجہ سیاست کے لیے ہاتھ کھل گئے اور خطرے کے مرکز خیبر کو مہینے بھر میں ہمیشہ کے لیے مٹا دیا گیا[۳۲]۔

(۱۱) معاہدہ خزاعہ

صلح حدیبیہ کے موقع پر بنو خزانہ نے اعلان کیا کہ وہ مسلمانوں کے حلیف ہیں اور بنو بکر نے قریش کے عقد وعہد میں شامل ہونے کا اعلان کیا[۳۳]۔ اس موقع پر آپ ﷺ نے عبدالمطلب کے پرانے حلف نامے (جو بنو خزاعہ کے ساتھ تھا) کی تجدید بھی فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ زمانہ جاہلیت کے ہر حلف نامے کو اسلام مضبوط تر ہی کرتا ہے[۳۴]۔

(۱۲) معاہدہ خیبر

خیبر میں یہود آباد تھے، جو مسلمانوں کے ساتھ عداوت میں قریش سے کسی طرح بھی کم نہ تھے۔ اس خطرے کا سد باب کرنا ضروری تھا۔ لہٰذا قریش سے مطمئن ہونے کے بعد محرم ۷ ہجری میں آپ ﷺ نے خیبر کا رخ فرمایا۔ یہاں کے باشندے کچھ عرصہ تک آپ کے مقابلے پر جمے رہے اور مہینہ بھر ان کا محاصرہ جاری رہا۔ پھر انہوں نے اس شرط پر صلح کرلی کہ ان کے خون معاف کیے جائیں اور ان کے اہل وعیال قید نہ کیے جائیں، وہ (خیبر کی) زمین سے جلا وطن ہو جائیں گے۔ وہ اس کے عوض سونا چاندی اور مال واسباب سب مسلمانوں کے لیے چھوڑ جائیں گے سوائے اس کے جو ان کے جسموں پر ہے اور یہ کہ وہ مسلمانوں سے کچھ نہیں چھپائیں گے[۳۵]۔ رسول اللہ a نے فرمایا ''اور اگر تم لوگوں نے مجھ سے کچھ چھپایا تو پھر اللہ اور اس کے رسول ﷺ بری الذمہ ہوں گے۔'' یہود نے یہ شرط منظور کرلی اور مصالحت ہوگئی[۳۶]۔

اہل خیبر کی حوالگی عمل میں آچکی تو انہوں نے آپ a سے درخواست کی کہ ہم بہترین مزارعین ہیں۔ اس لیے ہمیں یہیں رہنے دیا جائے۔ آپ a نے ان کی یہ درخواست قبول فرمالی اور ان سے پھلوں اور غلے کی نصف بٹائی پر معاہدہ فرمایا[۳۷]۔

(۱۳) معاہدۂ فدک

غزوہ خیبر کے دوران حضور نبی اکرم ﷺ نے ایک صحابی محیصہ بن مسعودg کو اہل فدک کے پاس بھیجا کہ انہیں اسلام کی دعوت دیں (۳۸)۔ یہ بھی یہودی تھے۔ انہوں نے اسلام تو قبول نہ کیا، البتہ مصالحت پر آمادہ ہوئے۔ اہل فدک کے سردار یوشع بن نون نے آپ ﷺ کو پیغام بھیجا کہ ہم کو صرف ہماری جانوں کی امان دی جائے، مال و اسباب سے ہم کو سروکار نہیں (۳۹)۔ آپ ﷺ نے ان کی یہ پیشکش قبول فرمائی اور اہل خیبر کی طرح نصف بٹائی پر صلح ہو گئی (۴۰)۔ اور فدک کی زمین خالص رسول اللہ ﷺ کے لیے ہو گئی کیونکہ مسلمانوں نے اس پر گھوڑے اور اونٹ نہیں دوڑائے تھے (۴۱) یعنی بزور شمشیر فتح نہیں کیا تھا۔

(۱۴) معاہدہ وادی القریٰ

حضور نبی اکرم ﷺ خیبر سے فارغ ہو کر وادی القریٰ تشریف لے گئے۔ وہاں بھی یہود آباد تھے اور عرب کی ایک جماعت بھی ان کے ساتھ شامل تھی۔ مسلمانوں کا لشکر جب وہاں پہنچا تو انہوں نے تیر برسانے شروع کیے۔ آپ ﷺ نے بھی جنگ کے لیے صحابہ کرام ا کی صف بندی فرمائی۔ جنگ سے پہلے آپ ﷺ نے انہیں اسلام کی دعوت دی۔ انہوں نے انکار کیا اور ان کا ایک فرد دعوتِ مبارزت دیتا ہوا آگے بڑھا اور قتل ہوا۔ اس طرح باری باری ان کے گیارہ آدمی مارے گئے۔ آپ ﷺ انہیں ہر بار دعوت اسلام دیتے رہے اور یہ سلسلہ شام تک چلتا رہا۔ اگلے دن انہوں نے ہتھیار ڈال دیے۔ آپ ﷺ نے اراضی و نخلستان انہی کے پاس رہنے دیے اور ان کے ساتھ اہل خیبر جیسا معاملہ فرمایا (۴۲)۔

(۱۵) معاہدہ تیما

اہل تیما نے جب یہ سنا کہ اہل وادی القریٰ مغلوب ہو گئے ہیں تو انہوں نے بھی جزیہ پر صلح کر لی۔ وہ اپنے شہروں میں بدستور مقیم رہے اور زمینیں انہی کے قبضے میں رہیں (۴۳)۔

آپ ﷺ نے انہیں مصالحت کا یہ نوشتہ عطا فرمایا:

هذا كتاب من محمد رسول الله لبنى غاديا أن لهم الذمة وعليهم الجزية ولا عداء ولا جلاء الليل مد والنهار شد (۴۴).

''یہ تحریر ہے محمد رسول اللہ ﷺ کی طرف سے بنو غادیا کے لیے ان کے ذمہ ہے اور ان پر جزیہ ہے۔ ان پر نہ زیادتی ہو گی، نہ انہیں جلاوطن کیا جائے گا۔ رات معاون ہو گی اور دن پختگی بخشیں۔''

(۱۶) معاہدہ تبالہ و جرش

جرش طائف کے جنوب میں یمن کا ایک اہم مقام تھا۔ اہل تبالہ و جرش نے بغیر جنگ اسلام قبول کیا اور رسول اللہ ﷺ نے انہیں اسی حالت پر برقرار رکھا اور ان میں سے جو اہل کتاب غیر مسلم رہ گئے تھے ان کے ہر بالغ پر سالانہ ایک دینار جزیہ مقرر فرمایا اور یہ شرط لگائی کہ جب مسلمان ان کے ہاں جائیں گے تو وہ ان مسلمانوں کی ضیافت کیا کریں گے۔ ابو سفیان بن حرب کو جرش کا حاکم مقرر فرمایا[۴۵]۔

(۱۷) معاہدۂ ثقیف

کنانہ بن عبد یالیل کی قیادت میں بنو ثقیف ۹ ہجری رمضان المبارک میں مدینہ آئے۔ آپ ﷺ نے انہیں مسجد کے احاطہ میں ٹھہرایا[۴۶] اور اس بات پر مصالحت فرمائی کہ وہ مسلمان ہو جائیں اور اپنے اموال و املاک پر بدستور قابض رہیں اور یہ قید لگائی کہ وہ سود اور شراب سے اجتناب کریں گے کیوں کہ یہ لوگ بلا کے سود خور تھے[۴۷]۔

(۱۸) معاہدہ دومۃ الجندل

اہل دومہ مدینہ آنے والے قافلوں کو پریشان کرتے تھے۔ لہٰذا آپ ﷺ ۵ ہجری کو ان کی خبر لینے تشریف لے گئے تھے مگر وہ لوگ پہاڑوں میں روپوش ہوگئے تھے۔ صلح حدیبیہ و خیبر کے بعد شام کی تجارتی شاہراہ پر امن ہو گئی تھی لیکن دومہ کا حاکم اکیدر جو نصرانی تھا، ایک خطرناک ہمسایہ ہی تھا۔ سن ۹ ہجری میں جب تبوک کی مہم ہوئی تو حضرت خالد بن ولید کے تحت بھیجے گئے فوجی دستے نے اکیدر کو گرفتار کر کے آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کیا[۴۸]۔ آپ ﷺ نے اکیدر سے جزیہ قبول کر کے مصالحت کر لی اور اسے آزاد کر دیا[۴۹]۔

ابن حجر عسقلانی بیان کرتے ہیں:

وكان أكيدر ملكها ----- وكان نصرانيا وكان النبیﷺأرسل إليه خالد بن الوليد فی سرية فأسره وقدم به المدينة فصالحه النبیﷺعلى الجزية وأطلقه[۵۰].

''دومۃ الجندل کا مالک اکیدر تھا۔۔۔۔۔ جو کہ نصرانی تھا حضور نبی اکرم ﷺ نے خالد بن ولید کی سپہ سالاری میں ایک سریہ بھیجا جس کے اسے قیدی بنا لیا اور اسے مدینہ لے آئے۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے اس جزیہ پر مصالحت فرمائی اور اسے چھوڑ دیا۔''

(۱۹) معاہدہ ایلہ

ایلہ شام میں خلیج عقبہ کے سرے پر ایک مقام تھا۔ جب آپ ﷺ تبوک پہنچے تو ایلہ کا حاکم یحنّہ بن رؤبہ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور جزیہ دینا قبول کیا[۵۱]۔ یہ لوگ مسیحی تھے۔ آپ ﷺ نے یحنّہ کو مہمان کا درجہ دیا اور کمال التفات سے پیش آئے۔ اسے ایک عبا بھی عنایت فرمائی اور اسے یہ نوشتہ عطا فرمایا:

بسم الله الرحمن الرحيم، هذا أَمَنَةٌ مِن الله، ومحمد النبی رسول الله لِيُحَنَّةَ بن رُؤْبَةَ، وأهلِ أَيْلَة، سُفنهم، وسيارتهم فى البرّ والبحرِ، لهم ذِمةُ الله، ومحمد النبی، ومَنْ كان معهم مِن أهل الشام، وأهل اليمن، وأهل البحر، فمَن أحدث منهم حَدَثاً، فإنه لا يَحولُ مالُه دونَ نفسه، وإنَّه لمن أخذه مِن الناس، وإنه لا يحِلُّ أن يُمنعوا ماءً يردونه، ولا طريقاً يردونه من بَحْرٍ أو بَرٍّ[۵۲].

''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ یہ تحریر امان کی ضامن ہے۔ جو اللہ اور محمد رسول اللہ کی طرف سے یحنّہ بن رؤبہ اور اہل ایلہ کے لیے ان کے بری قافلوں اور بحری تجارتی جہازوں کی حفاظت کی غرض سے مرتب ہوئی۔ ان کے لیے محمد النبی ﷺ کی حفاظت کا ذمہ ہے اور ان اہل شام، اہل یمن اور اہل بحر کے لیے جو ان کے ساتھ ہوں لیکن ان میں جو بھی شخص معاہدے کے خلاف کوئی نئی بات ایجاد کرے گا، اس کا مال اس کی جان بچانے میں حائل نہ ہوگا اور وہ ہر اس شخص کے لیے حلال ہوگا جو اسے پکڑ لے گا۔ یہ جائز نہ ہوگا کہ ہمارے آدمیوں کو کسی بھی چشمے پر جس سے وہ پانی حاصل کرنا چاہیں یا کسی بھی بری یا بحری راستے سے جس پر وہ چلنا چاہیں روکا جائے۔''

اس علاقے کے ہر بالغ پر ایک دینار سالانہ جزیہ مقرر کیا گیا جس کے تین سو دینار وصول ہوتے تھے اور ان پر یہ شرط عائد کی گئی کہ ان کے علاقے سے جو مسلمان گزرے گا وہ اس کی مہمان داری کریں گے[۵۳]۔

(۲۰) معاہدۂ جربا واذرح

غزوۂ تبوک کے دوران اہل جربا بھی آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے آپ ﷺ کے ساتھ وفادار رہنے کا اعلان کیا اور ایک دینار فی کس سالانہ جزیہ دینے پر آمادگی ظاہر کی[۵۴]۔ آپ ﷺ نے اہل جربا سے جزیہ پر مصالحت فرمائی اور انہیں تحریر عطا فرمائی[۵۵]۔ اسی سفر میں اہل اذرح بھی حاضر ہوئے اور جزیہ دینا قبول کیا۔ آپ ﷺ نے ان سے ہر رجب میں سو (۱۰۰) دینار لینا منظور فرمائے۔

سیرت حلبیہ میں اس معاہدے کا ذکر ان الفاظ میں آیا ہے:

هذا كتاب من محمد النبیﷺ لأهل أذرح وجرباء أنهم آمنون بأمان الله وأمان محمد وأن عليهم مائة دينار فی كل رجب [۵۶].

''یہ نبی مکرم محمد ﷺ کی طرف سے اہل اذرح اور جرباء کے لے ے تحریری معاہدہ ہے کہ وہ اللہ اور محمد کی امان کے ساتھ امن وامان پانے والے ہیں اور ان پر ہر سال رجب میں سو دینار (بطور جزیہ) لازم ہے۔''

(۲۱) معاہدۂ نجران

آپ ﷺ نے اہل نجران سے ۱۰ ہجری میں معاہدہ فرمایا اور یہ تحریر عطا فرمائی:

ولنجران وحاشيتها جوار الله وذمة محمد النبی رسول الله على أنفسهم وملتهم وأرضهم وأموالهم وغائبهم وشاهدهم وعيرهم وبعثهم وامثلتهم لا يغير ما كانوا عليه ولا يغير حق من حقوقهم وامثلتهم لا يفتن أسقف من أسقفيته ولا راهب من رهبانيته ولا واقه من وقاهيته على ما تحت أيديهم من قليل أو كثير وليس عليهم رهق ولا دم جاهلية ولا يحشرون ولا يعشرون ولا يطأ أرضهم جيش من سأل منهم حقا فبينهم النصف غير ظالمين ولا مظلومين بنجران ومن أكل منهم ربا من ذی قبل فذمتی منه بريئة [۵۷].

''نجران اور ان کے اطراف کے باشندوں کی جانیں، ان کا مذہب، ان کی زمینیں، ان کا مال ان کے حاضر و غائب، ان کے وفد، ان کے قاصد، ان کی مورتیں، اللہ کی امان اور اس کے رسول کی ضمانت ہیں۔ ان کی موجودہ حالت میں کوئی تغیر نہ کیا جائے گا اور نہ ان کے حقوق میں سے کسی حق میں دست اندازی کی جائے گی اور نہ مورتیں بگاڑی جائیں گی، کوئی اسقف اپنی اسقفیت سے، کوئی راہب اپنی رہبانیت سے، کنیسہ کا کوئی منتظم اپنے عہدہ سے نہ ہٹایا جائے گا۔ اور جو بھی کم یا زیادہ ان کے قبضہ میں ہے اسی طرح رہے گا۔ ان سے زمانہ جاہلیت کے کسی جرم یا خون کا بدلہ نہ لیا جائے گا نہ ان کو ظلم کرنے دیا جائے گا اور نہ ان پر ظلم ہوگا۔ ان سے جو شخص سود کھائے گا، وہ میری ضمانت سے بری ہے۔''

جزیہ میں وہاں کی پوری آبادی پر مجموعی طور پر ایک ایک اوقیہ مالیت کے دو ہزار حلے (کپڑوں کے جوڑے) مقرر کیے گئے۔ ایک ہزار رجب میں ایک ہزار صفر میں۔ اس میں یہ سہولت رکھی کہ اگر وہ حلوں کی بجائے اسی مالیت کے گھوڑے، اونٹ یا نقدی دینا چاہیں تو بھی قبول کیا جائے گا [۵۸]۔ اس دستاویز اور تاریخی منشور کے ذریعے رسول اکرم ﷺ نے اسلامی ریاست میں غیر مسلم باشندوں کے حقوق کے تحفظ، ان سے حسن سلوک، رواداری اور

اعتدال پسندی کی تعلیم اور ہدایات جاری کیں اور ان سے تعلقات کے رہنما اصول فراہم کیے۔ اس دستاویز کا بنیادی مقصد رعایا کو امن فراہم کرنا اور ملک میں امن وامان اور سلامتی و رواداری کا فروغ دینا ہے۔

(۲۲) معاہداتِ بنی الحرقہ و بنی الجرمز

حضور نبی اکرم ﷺ نے اپنی حیاتِ طیبہ کے آخری ایام میں عمرو بن معبد جہنی اور بنی الحرقہ و بنی الجرمز کو ایک خاص فرمان کے ذریعے ان شرائط پر امن وامان کی یقین دہانی کرائی کہ وہ اسلام قبول کریں۔ نماز قائم کریں، زکوۃ ادا کریں اور مال گزاری بھی ادا کریں۔ مال غنیمت کا پانچواں حصہ مرکز کو ادا کریں، اپنے غیر مسلم رشتہ داروں سے تعلقات منقطع کر کے صرف راس المال لے کر اپنے قرضہ جات کے سود سے دست بردار ہو جائیں، جو اس قبیلہ میں ضم ہوں وہ بھی ان ہی مراعات کے حامل ہوں گے جو اس قبیلہ کو حاصل ہیں (۵۹)۔

آپ ﷺ کی مصالحانہ کاوشوں اور غیر مسلم اقوام کے ساتھ معاہدوں کے انعقاد سے اس کا ثبوت ملتا ہے کہ آپ دنیا میں امن وسلامتی کا قیام چاہتے تھے۔ آپ ﷺ کی غزوات و سرایا بھی امن و تحفظ کے لیے تھیں۔ جسے غیر مسلم مفکرین نے بھی تسلیم کیا ہے۔ پروفیسر مونٹگمری واٹ لکھتے ہیں:

"پس حضرت محمد ﷺ کی زندگی کے آخری دس سالوں کو اپنے مخالفین کے خلاف فوجی جدوجہد سے تعبیر کیا جاسکتا ہے، جس کا مقصد اشاعت اسلام نہ تھا بلکہ اس سے مسلمانوں کی بقا کو یقینی بنانا مقصود تھا"(۶۰)۔

اگر کبھی دورانِ جنگ بھی کوئی مصالحت کی صورت نظر آتی تو آپ ﷺ اسے قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ اور مخالفین کے گزشتہ جرائم سے قطع نظر ان کے ساتھ نرم شرائط پر مصالحت فرمالیتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ ایسا عظیم اسلامی انقلاب لانے کے دوران انسانی جانوں کا ضیاع بہت ہی کم ہوا جب کہ اقوام عالم کی تاریخ میں کسی بھی جنگ میں ہزاروں انسانوں کا موت کے گھاٹ اترنا عام معمول رہا ہے۔

خلاصہ کلام

اس مقالہ میں ہم نے اختصار کے ساتھ ان معاہدات کا ذکر کیا ہے جو حضور نبی اکرم ﷺ نے قیامِ امن اور بعض اوقات فروغِ امن کے لیے مختلف لوگوں سے کیے۔ حضور نبی اکرم ﷺ اعلان نبوت سے قبل بھی امن کی داعی اور امین کے لقب سے جانے جاتے تھے۔ آپ ﷺ نے امن کے حوالے سے اعلان نبوت کے بعد بھی کاوشیں جاری رکھیں اور اس سلسلے میں جہاں تک ممکن ہو سکا امن کو اختیار فرمایا۔ آپ ﷺ نے بعض اوقات جنگ سے قبل ہی امن کے معاہدات کیے جیسا کہ میثاقِ مدینہ اور صلح حدیبیہ وغیرہ اور بعض اوقات حالت جنگ میں بھی مصالحت کی پیش کش آنے پر کمزور شرائط پر بھی مصالحت اور صلح و امن کو ترجیح دی، غزوہ خیبر میں دوران جنگ ہونے والا

معاہدہ اس کی ایک مثال ہے۔ ہم نے اس امر پر بھی غور کیا کہ آپ ﷺ کے کیے جانے والے تمام معاہدات میں امن کے فروغ، جنگ کے ترک کرنے، جان و مال اور عزت و آبرو کی حفاظت کرنے کی شقیں موجود تھیں۔ آپ ﷺ کی اسی امن پسندی کا نتیجہ یہ ہوا کہ بغیر جنگ کے ہی مکہ فتح ہوا۔ فتح مکہ کے وقت تمام مشرکین خائف تھے کہ آج ان سے ان کے مظالم کا حساب لیا جائے گا لیکن نبیِ رحمت ﷺ نے عام معافی کا اعلان فرمایا تاکہ معاف کرنے کا کلچر فروغ پائے اور امن کا بول بالا ہو۔

یوں وہ عظیم ریاست جس کی بنیاد میثاقِ مدینہ جیسے عظیم معاہدۂ امن پر رکھی گئی تھی، وہ دس سال کے قلیل عرصہ میں بامِ عروج کو پہنچی۔

عصرِ حاضر میں ان معاہدات سے ہمیں بین المذاہب رواداری، بین المذاہب مکالمہ کا جواز، دوسروں کے جائز مطالبات کا احترام، اقلیتوں کی مذہبی آزادی کے تحفظ، سیاسی وحدت کا تصور، غیر مسلموں سے دفاعِ ریاست میں اعانت اور باہمی سفارتی تعلقات کے جواز جیسے اہم ریاستی اُمور میں رہنمائی میسر آتی ہے، جو کہ عصر حاضر میں کسی بھی ریاست کی کامیاب خارجہ پالیسی کا جزو لاینفق ہیں۔ آج جب کہ دنیا عالمی جنگ کی طرف بڑھ رہی ہے اِن معاہدات سے رہنمائی لے کر ہم دنیا کو اَمن کا گہوارہ بنا سکتے ہیں۔

حوالہ جات وحواشی

(۱) اِبو داود، سلیمان بن اِشعث، السنن، کتاب الفرائض، باب فی خبر النضیر، دار الفکر، بیروت، لبنان، ج ۳، ص ۱۵۶، رقم الحدیث: ۳۰۰۴

(۲) حمید اللہ، ڈاکٹر، عہدِ نبوی میں نظام حکمرانی، اردو اکیڈمی سندھ، کراچی، ص: ۸۱

(۳) ہیکل، محمد حسین، حیات محمدؐ، مترجم: ابو یحییٰ امام خان، تاج کمپنی، ترکمان گیٹ، دہلی، ص: ۳۵۳

(۴) ابن سعد، ابو عبد اللہ محمد، الطبقات الکبریٰ، بیروت، لبنان: دار صادر، ج ا، ص ۲۷۰

(۵) ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ج ا، ص ۲۷۲

(۶) حاکم، محمد بن عبد اللہ، المستدرک علی الصحیحین، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ج ۲، ص ۴۳۵، رقم الحدیث: ۳۵۱۲

(۷) منصور پوری، قاضی سلیمان، سیرۃ رحمت للعالمین a، لاہور، پروگریسو بکس، ۱۹۹۴ء، ج ا، ص ۹۸

(۸) ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ج ا، ص ۲۷۴-۲۷۵

(۹) منصور پوری، سیرۃ رحمت للعالمین a، ج ا، ص ۹۷

(۱۰) ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ج ۲، ص ۸

(۱۱) قریشی، محمد صدیق، رسول اکرم a کی سیاست خارجہ، فرید بک ڈپو، نئی دہلی، ص ۱۹۱
(۱۲) ابن سعد، الطبقات الکبری، ج ا، ص ۲۷۴
(۱۳) قریشی، رسول اکرم a کی سیاست خارجہ، ص ۱۹۲
(۱۴) ابن سعد، الطبقات الکبری، ج ا، ص ۲۷۴
(۱۵) مبارکپوری، صفی الرحمان، الرحیق المختوم، المکتبۃ السّلفیہ، شیش محل روڈ، لاہور، ص ۴۰۷
(۱۶) طبری، ابن جریر، تاریخ الأمم والملوک، دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان، ج ۲، ص ۹۰
(۱۷) ابن سعد، الطبقات الکبری، ج ۲، ص ۶۹
(۱۸) ابن کثیر، حافظ اسماعیل بن عمر، البدایۃ والنہایۃ، مکتبۃ المعارف، بیروت، لبنان، ج ۵، ص ۵۵
(۱۹) سید امیر علی، روح اسلام، مترجم: محمد ہادی حسین. ادارہ ثقافت اسلامیہ، ۱۹۸۴ء، ص: ۱۷۹-۱۸۰
(۲۰) Gibbon, Edward, The Decline and Fall of the Roman Empire, Every man edition, vol v, p. 269.
(۲۱) ابن خلدون، عبدالرحمٰن بن محمد، تاریخ ابن خلدون، بیروت، لبنان: دار القلم، ۱۹۸۴ء، ج ۲، ص ۷۴۴
(۲۲) ابن ہشام، ابو محمد، عبدالملک، السیرۃ النبویۃ، بیروت، لبنان: دار الجیل، ۱۴۱۱ھ، ج ۴، ص ۲۷۶
(۲۳) ایضاً، ج ۴، ص ۲۷۷
(۲۴) ابن القیم، محمد بن ابو بکر ایوب الزرعی، زاد المعاد فی ہدی خیر العباد، مؤسسۃ الرسالۃ، مکتبۃ المنار، بیروت، کویت، ۱۴۰۷ھ، ج ۳، ص ۲۹۲
(۲۵) طبری، تاریخ الأمم والملوک، ج ۲، ص ۱۲۱
(۲۶) ابن ہشام، السیرۃ النبویۃ، ج ۴، ص ۲۸۲
(۲۷) طبری، تاریخ الأمم والملوک، ج ۲، ص ۱۲۱
(۲۸) ابن ہشام، السیرۃ النبویۃ، ج ۴، ص ۲۸۲
(۲۹) ایضاً
(۳۰) ایضاً، ج ۴، ص ۲۹۱
(۳۱) سورۃ الفتح، ۴۸: ۱
(۳۲) حمید اللہ، ڈاکٹر، عہد نبوی a میں نظام حکمرانی، ص ۲۳۰
(۳۳) ابن ہشام، السیرۃ النبویۃ، ج ۴، ص ۲۸۶
(۳۴) حمید اللہ، ڈاکٹر، رسول اکرم a کی سیاسی زندگی، کراچی، دار الاشاعت، ۱۹۸۷ء، ص ۲۹۰
(۳۵) بلاذری، فتوح البلدان، بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیۃ، ۱۴۰۳ھ۔ ص ۳۶

(۳۶) ابن قیم، زاد المعاد، ج ۳، ص ۳۲۵

(۳۷) بلاذری، فتوح البلدان، ص ۳۷

(۳۸) حلبی، علی بن برہان الدین، السیرۃ الحلبیۃ، بیروت، لبنان: دار المعرفۃ، ۱۴۰۰ھ، ج ۲، ص ۶۰۷

(۳۹) ابن خلدون، تاریخ ابن خلدون، ج ۲، ص ۴۵۵

(۴۰) بلاذری، فتوح البلدان، ص ۴۲

(۴۱) ابن خلدون، تاریخ ابن خلدون، ج ۲، ص ۴۵۵

(۴۲) بلاذری، فتوح البلدان، ص ۴۷

(۴۳) ایضاً، ص ۴۸

(۴۴) ابن سعد، الطبقات الکبری، ج ۱، ص ۲۷۹

(۴۵) بلاذری، فتوح البلدان، ص ۷۰

(۴۶) ابن قیم، زاد المعاد، ج ۳، ص ۷۰

(۴۷) بلاذری، فتوح البلدان، ص ۶۷

(۴۸) حمید اللہ، ڈاکٹر، رسول اکرم a کی سیاسی زندگی، ص ۲۹۵

(۴۹) ابن ہشام، السیرۃ النبویۃ، ج ۵، ص ۲۰۸

(۵۰) ابن حجر عسقلانی، ابو الفضل، احمد بن علی، فتح الباری شرح صحیح البخاری، دار المعرفہ، بیروت، ۵ ج، ص ۲۳۱

(۵۱) ابن قیم، زاد المعاد، ج ۳، ص ۷۵۳

(۵۲) ابن عساکر، تاریخ مدینۃ دمشق، دار الفکر، بیروت، لبنان: ، ۱۹۹۵ء، ج ۲، ص ۴۱

(۵۳) بلاذری، فتوح البلدان، ص ۷۱

(۵۴) حمید اللہ، ڈاکٹر، رسول اکرم a کی سیاسی زندگی، ص ۳۴۷

(۵۵) بلاذری، فتوح البلدان، ص ۷۱

(۵۶) حلبی، السیرۃ الحلبیۃ، ج ۳، ص ۱۱۸

(۵۷) بلاذری، فتوح البلدان، ص ۷۶

(۵۸) ایضًا، ص ۷۶

(۵۹) حمید اللہ، ڈاکٹر، رسول اکرم a کی سیاسی زندگی، ص ۲۸۴

(60) Watt, William Montgemery, Islamic Fundamantalism and Modernity, Routbge, New York, 1998, p. 98.